

338

نمبر ۸۳۵  
۲۳ ستمبر ۱۹۲۵ء

تاریخ کا پتہ  
قادیان



# THE ALFAZL QADIAN

## اختیار المصائب

قادیان  
۱۹۲۵

اردو اخبار افضل قادیان رجب طویل نمبر ۸۳۵  
نہ نہ خدمت جناب کو نوٹ دینی۔ چتر بازار۔  
لاہور۔  
Lahore.



جماعت کا کارکن جسے (۱۹۱۳ء میں) حضرت مرزا ابوبکر علی خاں صاحب نے قادیان میں اپنی ادارت میں ماری فرمایا  
پورنمبر ۱۸ جنوری ۱۹۲۵ء  
مطابق ۱۲ رجب ۱۳۴۵ھ

### امرین احمدیہ شش نمبر

### المنشیخ

### شش نمبر

یہ سات ہفتہ کا تبلیغی دورہ ختم کر کے ۱۶ نومبر کی شام سات ہفتہ تبلیغی دورہ کو خیریت سنا کر پہنچا۔ میرا خیال تھا کہ ان سات ہفتوں میں میں بہت شہرہ کا دورہ کر سکوں گا۔ مگر افسوس کہ ایسا نہ ہو سکا۔ کیونکہ جہاں بھی گیا۔ لوگوں نے خواہش کی کہ وہاں زیادہ دن قیام کروں۔ پھر کام بھی زیادہ تھا اس واسطے احباب کی خواہش کو بھی پورا کیا گیا اور کام کو بھی جتنی المقدور سہرا انجام دیا گیا۔ یوں ایک کی جماعت کو دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ کیونکہ وہ لوگ بہت تعلق و اخلاص سے کام کر رہے ہیں۔ یہ لوگ ہفتہ میں دو بار جلسہ کرتے ہیں اور شہر میں ایک دو سے محبت و ہمدردی کا برتاؤ کرتے ہیں۔ یہاں پر مجھے زیادہ عرصہ ٹھہرنا پڑا جیسے تھا۔ مگر بوجہ مددِ اللہ صحتی نہ ٹھہر سکا۔ یوں ایک سے میں انڈیا نیپس پہنچا۔ اور وہاں دو ہفتہ ٹھہرا اور مختلف جگہوں میں لیکچر کیے۔ یہاں پہنچ کر کم صاحب بہت محنت و اخلاص سے کام کر رہے ہیں۔ یہ جہاں بھی ملازمت کرتے ہیں۔ وہاں ہی اسلامی جھنڈا گاڑنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ اور اس وجہ سے اپنی کئی جگہوں سے برخواست کئے جا چکے ہیں۔ مگر ان کا مقولہ ہے۔ کہ دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا۔ کہتے ہیں۔ "No body can do that"

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ عنہ کی طبیعت اچھی ہے۔ حضور نے ساری تلواروں میں صاحب کی روح الخیر و ایسی کی تقریباً پچاس کے قریب احباب کو کراچہ اور جنوہی دعوت دی جناب متقی و صادق صاحب سلسلہ کے کام سر انجام دے کر شہر سے دو مہینے قبل سے آئے ہیں۔ وہاں قاضی محمد یار صاحب اسٹیشن پر پہنچ کر ٹرینی پلٹے دیتے ہیں۔ کہ اس سال بلکہ سالانہ پر ہیبت کرنے کے لئے فن و مرد کی تعداد ۳۰۰ ہے۔ ڈپٹی انسپکٹر صاحب اس لئے معاذین کے ساتھ ۱۲ جنوری کو سکول کا معاہدہ کر کے وہاں تشریف لے گئے۔ جناب چودہری فتح محمد صاحب اپنی اہلیہ کی بیماری کی وجہ سے رخصت ہوئے۔ اللہ تعالیٰ بھلائی سے رکھے۔ مولانا شیر علی صاحب کی طبیعت کئی دن ناساز رہی۔ اب آپ دفتر میں تشریف لائے ہیں۔ انھیں فرما رہے ہیں کہ ہو گیا ہے۔

شش نمبر۔ امرین احمدیہ شش نمبر۔ ۱۶ نومبر کی شام سات ہفتہ تبلیغی دورہ ختم کر کے ۱۶ نومبر کی شام سات ہفتوں میں میں بہت شہرہ کا دورہ کر سکوں گا۔ مگر افسوس کہ ایسا نہ ہو سکا۔ کیونکہ جہاں بھی گیا۔ لوگوں نے خواہش کی کہ وہاں زیادہ دن قیام کروں۔ پھر کام بھی زیادہ تھا اس واسطے احباب کی خواہش کو بھی پورا کیا گیا اور کام کو بھی جتنی المقدور سہرا انجام دیا گیا۔ یوں ایک کی جماعت کو دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ کیونکہ وہ لوگ بہت تعلق و اخلاص سے کام کر رہے ہیں۔ یہ لوگ ہفتہ میں دو بار جلسہ کرتے ہیں اور شہر میں ایک دو سے محبت و ہمدردی کا برتاؤ کرتے ہیں۔ یہاں پر مجھے زیادہ عرصہ ٹھہرنا پڑا جیسے تھا۔ مگر بوجہ مددِ اللہ صحتی نہ ٹھہر سکا۔ یوں ایک سے میں انڈیا نیپس پہنچا۔ اور وہاں دو ہفتہ ٹھہرا اور مختلف جگہوں میں لیکچر کیے۔ یہاں پہنچ کر کم صاحب بہت محنت و اخلاص سے کام کر رہے ہیں۔ یہ جہاں بھی ملازمت کرتے ہیں۔ وہاں ہی اسلامی جھنڈا گاڑنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ اور اس وجہ سے اپنی کئی جگہوں سے برخواست کئے جا چکے ہیں۔ مگر ان کا مقولہ ہے۔ کہ دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا۔ کہتے ہیں۔ "No body can do that"



# ۳۳۹ الفضل

یوم شہرتہ قادیان دارالامان - ۱۸ جنوری ۱۹۲۶ء

## جلد سالانہ ۱۹۲۶ء تقریریں

(نمبر ۳)

### تقریر حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ

(۲۶ دسمبر ۱۹۲۶ء)

گذشتہ سے پیوستہ

مجھے تو اللہ تعالیٰ نے ایسا وسیع دل دیا ہے کہ میں دشمن کے لئے بھی بددعا نہیں کرنا پسند نہیں کرتا۔ ایک شخص نے کہا کہ مولوی ثناء اللہ کے لئے تم بددعا کیوں نہیں کرتے میں نے کہا مجھے اللہ تعالیٰ نے بہت بڑا دل دیا ہے۔ تو جو شخص دشمنوں کے لئے بددعا نہیں کرتا۔ وہ دوستوں کے لئے کیا کیا دعائیں کرتا ہوگا۔ خدا کے حضور جھکو۔ دعاؤں میں گریہ زاری کرو۔ تا تم پر خدا کی طرف سے برکات نازل ہوں۔ تقویٰ اختیار کرو۔ تقویٰ کے قیام کے لئے نماز اور نماز باجماعت کی پابندی ضروری ہے میں نے کئی دفعہ کہا ہے کہ نماز کے لئے جماعت کی پابندی ضروری ہے۔ اگر دوست و دین میں کے فاصلے پر بھی ہوں۔ تو یہی بچوں کو ساتھ لیکر جماعت کرا لیا کریں۔ اور دفتر میں ایک جگہ اکٹھے ہو کر باجماعت ادا کریں۔

دشمنوں کی نصیحت یہ ہے کہ تقویٰ کے قیام کے لئے معاملات کی درستگی بھی نہایت ضروری ہے بعض دوست معاملات میں درستی کا خیال نہیں رکھتے۔ بعض لوگ روپیہ فرض پر لیتے ہیں پھر ادا کرنے میں نہیں آتے۔ اس کے نتیجہ میں بدلتی پیدا ہوتی ہے۔ قرضخواہ مظلوم ہوتا ہے۔ اسے دور کی سوچنی ہے۔ اور ایک بات پر سب کو قیاس کر لیتا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہوتی ہے کہ ایک جام کو روپیوں کی تھیلی ملی۔ وہ امرانہ کی مجلس میں جایا کرتا تھا۔ اس کے پاس تھیلی دیکھ کر امرانہ سے پوچھا کہتے۔ سناؤ شہر کی کیا حالت ہے۔ وہ کہتا۔ کوئی کم نبت بھی تو ایسا نہیں جس کے پاس کم از کم پانچ سو لاشرفی نہیں۔ ایک دن ایک امیر نے اس کی تھیلی ہنی سے اٹھالی۔ کچھ دن بعد امیر پوچھا۔ سناؤ شہر کا کیا حال ہے۔ اس نے کہا۔ شہر کی کیا

پوچھتے ہو۔ شہر کا برا حال ہے۔ سب لوگ بھوکے مر رہے ہیں۔ امیر نے تھیلی روپوں دیکر کہا۔ لوبھائی اپنی تھیلی پاس رکھو شہر بھوکا مرے۔ اس مثال سے انسانی دماغ کی حالت معلوم ہوتی ہے۔ اسپر جو گندے وہ سمجھتا ہے۔ کہ یہی حال سب کا ہے اس لئے جس کے ساتھ معاملہ اچھا نہ ہو۔ وہ یہ قیاس کر لیتا ہے کہ سب کا ایسا ہی حال ہے۔ یہاں تو بھائی سب بد معاملہ ہیں مگر قرض خواہوں کے لئے بھی مناسب ہے۔ کہ درگزر سے کام لیں اور سب پر ایک بات کا قیاس نہ کر لیا کریں۔ کیونکہ جو بات قوم میں پھیلانی جائے۔ وہ خواہ قوم میں پہلے نہ بھی ہو۔ تو بھی وہ قوم میں پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی لئے قرآن کریم نے بدی کی اشاعت سے منع کیا ہے۔ مثلاً آج تم یہ کہنے لگو کہ ہماری قوم میں چور بہت ہو گئے ہیں۔ تو اگر قوم میں ایک بھی چور نہ ہو تو بھی وہ سال بعد قوم میں ضرور چور اور چھوٹے پیدا ہو جائیں گے۔ وہ جس کی یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے بدیوں کی نسبت دلوں پر ایک ہیبت بٹھائی ہوئی ہے۔ جب ظالم زبانوں پر کوئی بات جاری ہو تو وہ ہیبت دلوں سے اٹھ جاتی ہے۔ اور بات معمولی معلوم ہوتی ہے۔ یہ ڈاڑھی کا ہی معاملہ دیکھ لو۔ اس سے وہ سال پہلے ڈاڑھی منڈانا عیب سمجھا جاتا تھا۔ اس لئے لوگ عام طور پر نہیں منڈایا کرتے تھے۔ بلکہ منڈانے والا لوگوں میں نہیں پھر سکتا تھا لیکن آج کس قدر اس کا رواج بڑھا ہوا ہے۔ اس کی یہی وجہ ہے کہ اب یہ معمولی بات معلوم ہوتی ہے بلکہ فیشن بن گیا ہے۔ جس بات کو لوگ کرتے ہوئے دیکھتے یا سنتے ہیں وہ معمولی بات معلوم ہوتی ہے۔ اور جس کو کوئی نہیں کرتا۔ اس کی کوئی جبروت نہیں کرتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جو شخص یہ کہتا ہے کہ ہماری قوم گنہگار ہے درحقیقت اس نے قوم کو ہلاک کر دیا۔ یہ باتیں لفظ ہرابتدائیں چھوٹی نظر آتی ہیں۔ مگر نتائج ان کے خطرناک نکلتے ہیں۔ کیا یحییٰ چھوٹے نہیں ہوا کرتے۔ پھر کتنے بڑے درخت بن جاتے ہیں۔ اسی طرح ایک چھوٹے سے چھوٹا بڑا بیج قوموں کو ہلاک کر دیتا ہے پس آپ لوگوں کے دل و دماغ آپس کے قابو میں ہونے چاہئیں۔ وہ کام مت کرو۔ کہ جس سے حضرت مسیح موعود کا سارا کیا کرایا خراب ہو جائے۔ اور آپس کے معاملات کو درست کرو۔ وہ حقیقت ایک بد معاملہ شخص قوم کے بیلوں مسکینوں کو تباہ کر دیتا ہے۔ اس اگر کوئی معاملہ خراب کرتا ہے۔ تو تمہارے لئے بھی مناسب ہے کہ صبر کرو اور شور مت کرو آخر مال چوری بھی تو چلے جاتے ہیں۔ بڑی بڑی قیمتی چیزیں ضائع ہو جاتی ہیں۔ اگر کسی کے بد معاملہ سے نقصان ہوا ہے۔ تو سمجھ چھوڑو کہ چلو چوری ہو گیا۔

پھر سوچو کہ اس وقت اسلام پر بڑی مشکلات کا

زمانہ ہے۔ مشکلات کے زمانہ میں جھگڑے نہیں ہونا کرتے بناؤ۔ طوفان آرہا ہے۔ تو کیا اس وقت لوگ آپس میں لڑا کرتے ہیں۔ اس وقت چیزیں سنبھالنے کی ہوش نہیں ہوتی۔ اس وقت تو جان کی فکر ہوتی ہے دیکھو اس وقت اسلام کو کفر کھارنا ہے ہمارے کندھوں پر تمام دنیا کا بوجھ ہے۔ اب تو یہ ضرورت ہے کہ ایسی نصرت حاصل کرو۔ کہ کفر کو کھانے لگ جاؤ۔ اور نصرت کے حصول کے لئے تقویٰ حاصل کرو۔

اب یہ بتانا ہوں کہ تقویٰ کیا چیز ہے۔ اس کے معنی کئی دفعہ میں ایک مثال سے بیان کر چکا ہوں۔ جو اب پھر بیان کرنا ہوں حضرت ابو ہریرہؓ سے کسی نے پوچھا۔ تقویٰ کیا چیز ہے۔ انہوں نے جواب دیا۔ تنگ گلی میں چاروں طرف کانٹے ہوں۔ اور زمین پر نکلے ہوں۔ تو تباہی سے راستہ سے تم کو بچاؤ گا۔ اس نے کہا۔ کپڑے چاروں طرف سے سمیٹ کر ہی گذروں گا۔ یہ تقویٰ چھوٹی سی بات ہے۔ لیکن درحقیقت بہت لطیف بات ہے اسی طرح ایک بزرگ نے کہا کہ چھوٹی باتوں کو بڑا سمجھو۔ . . . . . یعنی چھوٹے گناہوں کو بڑا سمجھو۔ یہ بہاؤ جو نظر آتے ہیں۔ ذرات سے ہی بنتے ہیں۔ پس تمہیں ہر ایک حرکت میں یہ دیکھو۔ کہ میری اس حرکت کا مجھ پر اور میری قوم پر کیا اثر پڑیگا۔ اب میں یہ بتاتا ہوں کہ تقویٰ کے حصول کے ذریعہ کیا میں میں تقویٰ پر کوئی خاص مضمون بیان نہیں کرتا۔ بلکہ انہیں باتوں کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ جو کئی دفعہ بیان کر چکا ہوں۔ تقویٰ کے معنی ہیں کہ انسان خدا کو اپنی ڈھال بنا کر لفظ و قیام سے نکلے۔ جس کے معنی بچاؤ اور حفاظت کے ہیں۔ تو تقویٰ کے معنی ہوتے ہیں کہ انسان اپنے اندر ایسی بات پیدا کرے۔ کہ اللہ تعالیٰ اس کا محافظ ہو جائے۔ اب سوچو کہ خدا کیوں محافظ بنے گا۔ اس کی کوئی وجہ ہونی چاہیے انسان کس شخص کی حفاظت کرتا ہے۔ یہ ہم جانتے ہیں۔ کہ ہم جس کے زیادہ حفاظت اس کی کرتے ہیں۔ جو ہمارا کام کرتا ہے۔ جس کو ہم جانتے ہیں۔ کہ اس کے نقصان سے ہم نقصان پہنچے گا۔ اسی طرح ہم کو یہ معلوم کرنا چاہیے۔ کہ ہم کون سے کام کریں۔ کہ جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ہمارا محافظ ہو جائے۔ تو ہمیں معلوم ہوتا ہے

### ایک فریضہ

تو اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں آنے کا اور تقویٰ کے حصول کا یہ ہے کہ انسان کلمہ اللہ کے اعلا میں لگ جائے۔ اس کی شان کا اظہار کرے۔ اسی طرح جب کام کرے گا۔ تو اللہ تعالیٰ یقیناً اس کی حفاظت کرے گا۔ اس کو ایسی راہوں پر چلائے گا کہ جن پر چلنے سے اس کی حفاظت ہوگی۔ اب سوال یہ ہے کہ اعلا کلمہ اللہ کس طریق سے ہو۔ بعض کام اللہ تعالیٰ جیسے

کتاب ہے۔ اور بعض روایت سے جب پہلا کلام اللہ تعالیٰ کا پڑھا ہے۔ جیسا کہ سورہ فاتحہ میں آیا ہے۔ الحمد للہ رب العالمین اس میں اسکی

### پہلی صفت ربوبیت

کی بیان ہے۔ اب انسان بھی اپنے ذریعہ سے اس کی صفت ربوبیت کی شان کا اظہار اور اس کے کلمہ کا اظہار کر سکتا ہے۔ کہ جب وہ اس کی طرح ربوبیت کی صفت اپنے اندر پیدا کرے یعنی انسان اپنے مجازی رب سے۔ تب اللہ تعالیٰ اس کے دل میں تقویٰ ڈالے گا۔ اس میں ربوبیت کے معنی بیان کرتا ہوں۔ ربوبیت کے معنی یہ ہیں۔ کہ انسان دوسروں کی بھلائی اور تربیت میں لگائے اپنی زندگی کو اپنے نفس کی بھلائی کے لئے نہ سمجھے۔ بلکہ مخلوق کی بہبودی میں اپنی زندگی کو لگا دے۔ جب یہ ایسے کاموں میں لگ جائیگا۔ تو اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت کریگا۔ اگر کوئی غلطی بھی اس سے سرزد ہوگی۔ تو اللہ تعالیٰ اس کا محافظ ہے گا۔ کیونکہ وہ بچہ کی طرح ہوگا۔ جس کی حفاظت اس کی ماں کرتی ہے۔

### دوسرا ذریعہ تقویٰ کے حصول کا

یہ ہے کہ انسان دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا کرے جس دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت ہو اسے وہ کبھی ضائع نہیں کرتا۔ اور محبت پیدا کرنے کا طریق یہ ہے کہ روزانہ کچھ وقت اس کی صفات پر غور کرے جب روزانہ اس کی صفات پر غور کرے اپنے اندر محبت پیدا کریگا۔ تو کوئی چیز اس محبت کو مٹا نہیں سکتی۔ پس روزانہ ایک وقت اللہ تعالیٰ کی صفات پر غور کرو۔ یہ سوچو کہ تمہارے ساتھ اس کی کونسی صفات تعلق رکھتی ہیں۔ اور کس رنگ میں اور کس قدر ان کا فیضان تم کو پہنچ رہا ہے۔ پھر اس کے انعامات پر نظر ڈالو ان کو اپنے سامنے لادو۔ تب ایک محبت کا دریا تمہارے دلوں میں موجزن ہو جائیگا۔ مشکلات اور مصائب بھی نصبت ہوا کرتے ہیں مثلاً موت ہی کو لے لو۔ یہ بڑی مصیبت خیال کی جاتی ہے لیکن خیال کرو۔ کہ اگر یہ موت انیا میں نہ ہوتی۔ اور کوئی نہ مرتا۔ تو کج زمین پر آدمی ایک دوسرے کے ساتھ پھنسنے پھنسنے ہوتے اور یہاں چلتی بھی جگہ نہ ملتی۔ اور اس قدر مصیبت ہوتی۔ کہ اگر دو چار صدیاں بھی موت دنیا سے اٹھانی جاتی۔ تو سب سے بڑی دعا لوگ موت سے لئے مانتے۔ اگر غور کرو۔ تو ذرہ ذرہ میں اللہ تعالیٰ کی رحمت نظر آتی ہے۔ غرض جب اللہ تعالیٰ کی صفات اور انعامات پر روزانہ کچھ وقت لگا کر غور کر دے۔ تو پھر جو شے عرصہ چل رہی دیکھو گے۔ کہ کس طرح اللہ تعالیٰ کی محبت چشمہ کی طرح چھوٹی ہے

### تیسرا ذریعہ حصول تقویٰ کا ذکر الہی

ہے جس طرح میں نے بتایا ہے۔ کہ روزانہ ایک خاص وقت میں

اللہ تعالیٰ کی صفات اور انعامات پر غور کیا کر دے۔ اسی طرح میں یہ بتاتا ہوں۔ کہ ذکر الہی کے لئے روزانہ ایک وقت نکالو۔ ہماری جماعت کے لوگ ذکر الہی سے بہت غافل ہیں۔ روزانہ خاص وقت اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا نہ خود اپنی ذات میں بہت بڑی نعمت ہے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں۔ کہ ذکر الہی دل کے شیشہ کو صاف کرتا ہے۔ اس کو صیقل کرتا ہے۔ نماز تو انسان کو غذا کی طرح ہے۔ اور ذکر الہی صیقل کرتا ہے۔ مسنون ذکر تحمید۔ تہلیل تسبیح ہے۔ ذکر الہی ایک رنگ میں خدا کے جن کو دیکھنا ہے۔ اس لئے جو لوگ ذکر الہی کریں گے۔ وہ ضرور اپنے دل میں تیا جوش اور نئی محبت اور ایک صیقل اپنے اندر محسوس کریں گے۔ غلطی سے ہماری جماعت کے لوگ سمجھتے نہیں۔ کہ ذکر ہوتا ہی نہیں۔ اس لئے عام طور پر دوست ذکر کے عادی نہیں۔ اور اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے۔ کہ ہمارے ملک میں غم جو میں ذکر کا غلط طریق چلا آتا ہے۔ انہوں نے چند کلمے بنا لئے ہیں۔ جنہیں وہ رٹتے رہے ہیں۔ اس کے لئے کچھ سانس بھی مقرر ہوئے ہیں۔ یہ تمام فضول طریق ہیں۔ جن سے روحانیت لہو بھی خراب ہو جاتی ہے۔ بھلا بناؤ جب بھائی کا ذکر کرتے ہو۔ تو خاص قسم کا سانس لیا کرتے ہو۔ تو کیا اللہ تعالیٰ ہی ایسا ہے کہ جس کے ذکر کے لئے خاص سانسوں اور خاص آوازوں کی ضرورت ہے۔ یہ طریق نہایت مکروہ اور روحانیت کو برباد کرنے والے ہیں۔ یہ تو مسمریزم کی طرح ہیں۔ اور مسمریزم کوئی ذکر نہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی ان طریقوں کو اپنایا ہی کرتے تھے۔ اور تجزیہ بھی بتاتا ہے۔ کہ روحانیت کے لئے یہ خطرناک طریق ہیں۔ جو شخص ان طریقوں سے ذکر کریگا۔ اس کی روحانیت ماری جائیگی۔ وہ بندگی کی طرح ہو جائیگا۔ اس کی ذاتی قابلیت جاتی رہے گی۔ وہ ایک نفعال بند ہوگا جس کی ایک رشتی ہوگی۔ کہ جس کے ذریعہ اس کا مردہ پیرائے بنایا ہوگا۔ اور میں تجزیوں کے ساتھ ان طریقوں کے نقصانات دکھا سکتا ہوں۔ یہ نہ سمجھو کہ مجھے وہ طریق کتے نہیں۔ میں خود سے کہتا ہوں کہ کوئی موجود ہے میرے سامنے لے آؤ۔ جو وہ بھی طریق اختیار کرے۔ اور ادھر میں بھی اس طریق اختیار کر دے گا اس سے نصف وقت میں میری طرف کے شخص پر وہ حالت طاری ہو جائیگی۔ جو وہ طاری کیا کرتے ہیں۔ مجھے تو کبھی سمجھ نہیں کہ بھلا سانس کا ذکر الہی سے کیا تعلق۔ ان پیروں کے اذکار کا تو ایسا معاملہ ہے۔ جیسے فیون کھانے والوں کا ہوتا ہے ایک دوست نے جو احمدی بننے سے پہلے بھنگ کے عادی تھے بتایا کہ جب میں نے بھنگ پی۔ تو یوں معلوم ہوتا تھا کہ میں عرش پر پہنچ گیا ہوں۔ اور تمام زمانہ میرے قابو میں آ گیا ہے اور دنیا میرے قبضہ میں ہے۔ غرض ان چیزوں کے ذریعہ

دماغی قوتوں کو مار دیا جاتا ہے۔ اور اس طریق سے یقیناً ایک بڑا طبقہ مجنون ہو جاتا ہے۔ حقیقی ذکر وہ ہے۔ کہ جس میں انسان اللہ تعالیٰ کی صفات کو دل میں داخل کرے۔ انسان میں اللہ تعالیٰ نے دو قسم کی قوتیں رکھی ہیں۔ ایک قوت جو اس ظاہر کی ہے اور ایک قوت ارادی ہے۔ ان دونوں قوتوں کا آپس میں تعلق ہے۔ چنانچہ جب اعصاب کمزور ہو جاتیں۔ تو قوت ارادی کمزور ہو جاتی ہے اور تجربہ برتا ہے۔ کہ ان سانسوں سے دماغی اعصاب کمزور ہو جاتے ہیں۔ اور چند دن کے اندر ایسا انسان دیوانہ ہو جاتا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے بہترین طریق عرفان رکھا ہے۔ لیکن اس کے خلاف دوسرے لوگوں کو دیکھایے۔ دیکھتے ہیں کہ دل سے آوازیں اٹھتی ہیں۔ حالانکہ یہی تو جنون ہے۔ کیا کبھی دل سے بھی آوازیں آیا کرتی ہیں۔ آواز تو دماغ کے ذریعہ انسان کو پہنچتی ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے دل کو اپنے اذکار کا محیط بنایا ہے۔ مگر دل بولا تو نہیں کرتا اور نہ دل دیکھا کرتا ہے۔ کسی بات کو محسوس کرنا یہ دماغ کا کام ہے۔ اور درحقیقت انہیں نہیں دیکھتیں۔ بلکہ دماغ دیکھ رہا ہوتا ہے۔ دماغ میں ایسی قوت اور اعصاب اللہ تعالیٰ نے رکھے ہیں۔ کہ جن کے ذریعہ اچھے دیتی ہے۔ ورنہ اگر وہ حصہ کاٹ دیں۔ تو اچھے خواہ سلامت بھی ہو۔ تو نہیں دیکھ سکتی۔ (باقی آئندہ)

### بگائے قوم نشانہ ہے خداوند قدیر

مردیوں مر جاتے ہیں لیکن بعد لوگوں کو ان کی موت سبق حاصل کرتا چاہیے۔ ہم یقین رکھتے ہیں کہ سوامی شر دھانند کے قاتل نے ایک خطرناک جرم کا ارتکاب کیا اور شریعت غوا کا بدنام کئے۔ مگر لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ شر دھانند کی موت ضائع نہیں گئی بلکہ وہ دو طور سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا نشان بنی۔ اول تو اس رنگ میں کہ یہ موت بیان کردہ کشف مطابق واقع ہوئی دیکھو (الفضل ۱۷ جنوری ۱۹۲۷ء) دوم۔ اس طور سے کہ حضرت مسیح پاک علیہ السلام موت جبکہ تمام اقوام ہند آپ کے خون کی پیاسی اور آپ کے مرنے کے چرے بخشیں جبکہ پارسی۔ پٹت اور یو لوئی ایک بیان حضرت مرزا صاحب کے عقائد تھی۔ اور علامہ نے آپ کے واجب القتل ہونے کا فتویٰ دیدیا تھا اور قاتل کے لئے ہر قسم کی امداد طیار تھی۔ دنیا بھر کو لٹکا کر کہہ دیا کہ میرے خدا نے مجھے فرمایا ہے۔ جو اللہ دیکھا من الناس کہ میں تجھ کو قتل کرنے سے بچاؤں گا۔ دنیا بھر پر منصوبے کرے۔ لاکھ کوششیں اور سرگرمیاں دکھائے۔ مگر تیرا حافظہ دماغ میں ہوں گا۔ اسی لئے آپ نے بھی فرمایا ہے اے اللہ! مجھے من پڑھیں بعد ہر بھرا دنیا طمان تیرس کہ من شاخ منظم اللہ! اللہ! کس قدر یوریشین میں۔ اور کس قدر باد و تھانفت کے

اللہ تعالیٰ کی صفات پر غور کرے۔ اور اس طریق سے یقیناً ایک بڑا طبقہ مجنون ہو جاتا ہے۔ حقیقی ذکر وہ ہے۔ کہ جس میں انسان اللہ تعالیٰ کی صفات کو دل میں داخل کرے۔ انسان میں اللہ تعالیٰ نے دو قسم کی قوتیں رکھی ہیں۔ ایک قوت جو اس ظاہر کی ہے اور ایک قوت ارادی ہے۔ ان دونوں قوتوں کا آپس میں تعلق ہے۔ چنانچہ جب اعصاب کمزور ہو جاتیں۔ تو قوت ارادی کمزور ہو جاتی ہے اور تجربہ برتا ہے۔ کہ ان سانسوں سے دماغی اعصاب کمزور ہو جاتے ہیں۔ اور چند دن کے اندر ایسا انسان دیوانہ ہو جاتا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے بہترین طریق عرفان رکھا ہے۔ لیکن اس کے خلاف دوسرے لوگوں کو دیکھایے۔ دیکھتے ہیں کہ دل سے آوازیں اٹھتی ہیں۔ حالانکہ یہی تو جنون ہے۔ کیا کبھی دل سے بھی آوازیں آیا کرتی ہیں۔ آواز تو دماغ کے ذریعہ انسان کو پہنچتی ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے دل کو اپنے اذکار کا محیط بنایا ہے۔ مگر دل بولا تو نہیں کرتا اور نہ دل دیکھا کرتا ہے۔ کسی بات کو محسوس کرنا یہ دماغ کا کام ہے۔ اور درحقیقت انہیں نہیں دیکھتیں۔ بلکہ دماغ دیکھ رہا ہوتا ہے۔ دماغ میں ایسی قوت اور اعصاب اللہ تعالیٰ نے رکھے ہیں۔ کہ جن کے ذریعہ اچھے دیتی ہے۔ ورنہ اگر وہ حصہ کاٹ دیں۔ تو اچھے خواہ سلامت بھی ہو۔ تو نہیں دیکھ سکتی۔ (باقی آئندہ)

# خط جمعہ

## سائے سال کے لئے نئی قربانیوں کی ضرورت

از حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۷ جنوری ۱۹۲۷ء

### سائے سال سے فائدہ اٹھاؤ

ہر نیا سال انسان کو نئے دور کی قربانیوں کے لئے متوجہ کرتا ہے۔ درحقیقت اگر غور کریں۔ تو سالوں اور دنوں کی تعیین صرف ہماری یاد کے قائم رکھنے کے لئے ہے۔ سالوں اور دنوں کی تعیین سے ہماری یاد ایک دائرہ کے اندر محدود ہو سکتی ہے۔ در نیا سال میں کوئی نئی تبدیلی نہیں واقع ہوتی۔ سال تو وقت کا ایک حصہ ہے۔ اور وقت تقیم ہونے کے قابل نہیں۔ وہ اپنی ذات میں تقیم نہیں ہوتا۔ بلکہ مسلسل چلا جاتا ہے۔

### سائے سال کا مطلب

پس جب ہم یہ کہتے ہیں۔ کہ نیا سال شروع ہو گیا ہے۔ تو اس سے یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وقت میں کوئی تغیر ہو گیا ہے۔ بلکہ یہ مطلب ہوتا ہے۔ کہ ہم اپنی یاد کو تازہ کرنے کے لئے ایک مقام پر یہ کہتے ہیں۔ کہ آؤ ہم نئے سرے سے کام شروع کریں۔ اور اس رنگ میں ہم کام کرنے کے دور کا اظہار کرتے ہیں۔ تاکہ ہمیں وقت کا احساس ہو۔ اور وقت ضائع نہ ہونے دیں۔ اگر ہم یہ نہ کہیں کہ نیا سال شروع ہو گیا ہے۔ تو وقت کا احساس نہ ہوتا۔ اور اس کے ضائع ہونے کا خطرہ ہوتا۔ پس جب ہم سال کی یہ تقسیم کرتے ہیں۔ کہ نیا سال شروع ہو گیا ہے۔ تو اس کی صرف یہ غرض ہوتی ہے۔ کہ وقت گزر رہا ہے۔ اور وہ ہمارے اختیار میں نہیں۔ اس لئے ہمیں پہلے سے زیادہ جدوجہد کرنی چاہیے۔ اس سے ہمارا یہ مقصد نہیں ہوتا۔ کہ وقت میں کسی قسم کی تبدیلی ہو گئی ہے۔ بلکہ یہ مقصد ہوتا ہے۔ کہ ہم بدل رہے ہیں۔ وقت میں کسی قسم کا تغیر نہیں آ جاتا۔ وہ تو آدم کے وقت سے ہی جی تھا۔ جو آج ہے۔ پس جو تغیر ہم بتانا چاہتے ہیں۔ اس سے وہ تغیر مراد ہوتا ہے۔ جو ہمارے اندر شروع ہے۔ اور جب ہم یہ کہتے ہیں۔ کہ نیا سال شروع ہو گیا ہے۔ تو اس بات کی طرف توجہ دلانا مقصود ہوتا ہے۔ کہ جس وقت سے ہم نے فائدہ اٹھانا تھا۔ وہ تو ہم کو سچے میں۔ اب باقی حصہ سے ہی ہم فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں۔

### سائے سال کی جمعۃ المبارک

اس جمعہ کے دوران میں سائے سال شروع ہو گیا ہے۔ اس لئے اب غور کرنے کا مقام ہے۔ کہ کچھ وقت

سے ہم نے کیا فائدہ اٹھایا ہے۔ اور آئندہ وقت سے ہمیں کیا فائدہ اٹھانا چاہیے۔

### سبق آموز تاریخی واقعہ

میں اس وقت ایک تاریخی واقعہ کی طرف توجہ دلا کر فرانس کی قائم کی گئی تھی۔ جو آخری جماعت تھی۔ اور ایسے نبی کے ذریعہ قائم ہوئی۔ جو آخری نبی تھا۔ یعنی تمام شریع اس پر ختم ہو گئیں۔ وہ کمالات نبوت کا خاتمہ اور کمالات انسانی کا آخری نقطہ تھا۔ تو نبوت اپنے مقام میں اس سے آگے نکل سکتی ہے۔ اور نہ کوئی انسان کسی کمال میں اس سے آگے بڑھ سکتا ہے۔ وہ تمام کمالات میں سب سے آگے نکل جاتے کی وجہ سے آخری نبی کہلایا۔ اور نہ صرف وہ اس وقت آخری نبی تھا۔ بلکہ اس کے لئے اللہ تعالیٰ ایسے سالان پیدا کر دیئے۔ کہ وہ ہمیشہ کے لئے آخری نبی ہوگا۔ اور چونکہ وہ ہر آن ترقی کر رہا ہے۔ اس لئے وہ کسی کے لئے روک نہیں بنا۔ نادانوں نے ناواقفی کی وجہ سے خیال کر لیا۔ کہ وہ آئندہ کی ترقیات کیلئے روک بنا ہے۔ حالانکہ جب وہ کسی جگہ پر کھڑا ہی نہیں ہوا۔ تو روک کیونکر بنا۔ روک تو وہ شخص ہوا کرتا ہے۔ جو ایک جگہ پر کھڑا رہے کیا تیز رفتار شخص بھی روک بنا کرتا ہے۔ پس اس نبی کو تو اللہ تعالیٰ نے ایسا رتبہ عطا کیا۔ کہ وہ ہمیشہ ہر آن آگے ہی آگے چلا جا رہا ہے اور اس قدر تیزی سے بڑھ رہا ہے۔ کہ کوئی انسان اس سے آگے نہیں نکل سکتا۔ ایسے نبی کے ذریعہ سے ایک جماعت دنیا میں قائم ہوئی۔ اس جماعت میں تفرقہ پیدا ہوا۔ اور فساد شروع ہوا۔ گو اس فساد کے بانی مہمانی بعد میں آئے دیرے لوگ تھے۔ لیکن اس میں صحابہ کا بھی دخل تھا۔ اور وہ دخل کسی فساد کی بنا پر نہیں تھا۔ کسی عبادت کی نیت پر مبنی نہیں تھا۔ بلکہ اسلام کی خدمت اور حفاظت کے لئے تھا۔ اس تفرقہ میں ایک طرف حضرت علی تھے اور دوسری طرف حضرت طلحہ اور زبیرؓ اور حضرت عائشہؓ تھے۔ ان میں سے ہر ایک پر چاہتا تھا۔ کہ ہم فساد اور تفرقہ کو مٹا دیں۔ اور اسلام کی حفاظت کریں۔ چنانچہ ایک دن ایک جگہ یہ دونوں لشکر ملے۔ تو حضرت علیؓ نے حضرت طلحہؓ اور زبیرؓ کو یاد دلایا۔ کہ رسول اللہؐ نے آپ لوگوں کو فرمایا تھا۔ کہ تم ہر اظہار تفرقہ پر کھڑا ہونا بہت برا ہوگا۔ جب حضرت طلحہؓ اور زبیرؓ کو بھی رسول کریمؐ کا یہ فرمان یاد آیا۔ تو اسی وقت وہ اس میدان سے ہٹ گئے۔ اور جنگ کا ارادہ چھوڑ دیا۔ اب دیکھو ایک زبردست لشکر کمان کرتے ہوئے رسول اللہؐ کے ایک فرمان یاد دلانے پر میدان کو چھوڑ کر چلے جانا اتنے بڑے دیوان پر دلاست کر لیا ہے۔ کہ اس کی نظر نہیں ملتی۔ دوسری طرف بعض شریروں نے جو باقی فساد تھے دیکھا کہ صلح ہونے لگی ہے۔ اور ہمارا مقصد ٹوٹنے لگا ہے۔ تو سوچنے لگے کہ اب کیا کیا جائے۔ انراہوں نے شرارت سے یہ منصوبہ کیا۔ کہ حضرت عائشہؓ

تیر اندازی کریں۔ جس سے پھر جنگ چھڑ جائے گی۔ کیونکہ لوگ حضرت عائشہؓ پر تیر اندازی کو برداشت نہیں کر سکتے۔ اور واقعہ میں بھی مسلمان یہ کبھی برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ کہ وہ عائشہؓ نہ کہ جس کی راہوں پر رسول اللہؐ سر رکھ کر سوئے ہوں۔ اور جس کی گود میں رسول نے وفات پائی ہو۔ اس سے وہ تیروں کا تختہ شق بنتی ہوئی دکھیں۔ چنانچہ اس وجہ سے جب حضرت عائشہؓ پر تیر اندازی شروع ہوئی تو وہ مسلمان دوڑ کر حضرت عائشہؓ کے ہودج کے قریب اپنی حفاظت کے لئے بیچ گئے۔ جب جنگ شروع ہو جاتی ہے۔ تو پوش بہاں قائم رہ سکتے ہیں۔ اور اصل بات معلوم کرنے کی کہاں ہوش رہتی ہے۔ جس وقت حضرت عائشہؓ پر حملے ہو رہے تھے۔ ایک قبیلہ عرب جو کئی سو کی تعداد میں میدان جنگ میں موجود تھا۔ وہ سارے کا سارا حضرت عائشہؓ کے گرد جمع ہو گیا۔ ان میں سے ایک ایک آگے بڑھا اور حضرت عائشہؓ کے اونٹ کی کیلیں پکڑتا۔ اور یہ شعر پڑھتا۔ کہ جب ہم نے اپنی جسمانی ماؤں کو میدان میں کبھی اکیلے نہیں چھوڑا۔ تو آج ہم اپنی روحانی ماں کو میدان میں کیونکر اکیلی چھوڑ سکتے ہیں۔ اور کیونکر میدان سے بھاگ سکتے ہیں۔ اس وقت مالک جو میرے نزدیک فتنہ میں بہت بڑا حصہ دار تھا۔ حضرت عائشہؓ پر حملہ کر رہا تھا۔ اور وہ عام لوگوں میں نیک خیال کیا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ حضرت علیؓ کا بھی اس کے متعلق اچھا خیال تھا۔ لیکن ہے۔ کہ وہ طبیعت کا متغی ہی ہو۔ لیکن بعض ظاہری نیک اعمال کی وجہ سے اچھا خیال کیا گیا ہو۔ مگر تاریخ بتاتی ہے۔ کہ بائیان فساد میں سے ایک یہ بھی تھا۔ تاریخ میں اس کے بہت سے جھوٹ ثابت ہیں۔ حضرت عثمان کے خلاف کھڑا نا بھی ثابت ہے۔ کم از کم میری عقل اس بات کو دیکھ کر کہ وہ شخص رسول اللہؐ کی خدمت پر حملہ کر رہا ہے۔ اس سے بزرگ ماننے کے لئے تیار نہیں۔ مجھے تو یہاں تک معلوم ہے۔ کہ حضرت علیؓ جو خود حضرت علیؓ کے متعلق یہ کہتے تھے۔ کہ وہ حضرت عائشہؓ کی اور بھی خدمت کرتے رہی حضرت علیؓ نے کافی حفاظت و خدمتگداری نہیں کی، تو وہ شخص جو ان پر حملہ کر رہا ہو۔ وہ کیسے بزرگ تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ اور میرے اس خیال کی تصدیق حضرت عبداللہ بن زبیرؓ بھی کرتے ہیں۔ جو اسلام میں پہلے مجدد ہیں۔

### حضرت عبداللہ بن زبیر کی فدائیت

مالک جب حضرت عائشہؓ پر حملہ کرنا چاہتا تھا۔ تو حضرت عبداللہ بن زبیرؓ بھی میدان جنگ میں پہنچ گئے۔ حضرت عائشہؓ کے چھوٹی زاد بھائی بھی تھے۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے منجھول دل دیا ہوا تھا۔ وہ خاندان نبوت میں سے تھے۔ جو سب کے سب بہادر تھے۔ اور تو جوان بھی تھے۔ ان کے مقابل مالک بھی تجربہ کار اور قوی تھا۔ اس لئے پہلے تو دونوں کا خوب مقابلہ چھڑا رہا۔ مگر حسب طواریں ٹوٹ گئیں۔ تو کئی شروع ہو گئی۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو بہادر تھے۔ لیکن جسم کے ہلکے تھے۔ اور مالک طاقت میں زیادہ تھا۔ اس لئے حضرت عبداللہ بن

جب طاقت میں اس کا مقابلہ نہ کر سکے۔ تو ان کو مالک نے نیچے گرایا اور دونوں طرف کے لشکر خاموش کھڑے تھے۔ اور دونوں نے اپنے ہتھیار روکے ہوئے تھے۔ اس خیال سے کہ ان کے آدمی کو نقصان نہ پہنچے۔ اس وقت حضرت عبداللہ کشتی لہٹتے ہوئے شعر پڑھ رہے تھے۔ اور اپنے ساتھیوں کو مخاطب کر رہے تھے۔ کہ ارے دوستو۔ دیکھ کیا رہے ہو۔ تم میری پرواہ نہ کرو ملک کیسے ساتھ ہی قتل کر دو۔ یہ پرواہ نہ کرو کہ میں بھی مارا جاؤں گا۔ مگر اس مالک کو تو قتل کر دو۔ اس کا خاتمہ کر دو۔ تاکہ اس کے خاتمہ سے فتنہ کا خاتمہ ہو جائے اور اسلام سے فتنہ دور ہو جائے۔ اس واقعہ سے ایک توبہ ثابت ہوئی ہے۔ کہ مالک صحابہؓ کے درمیان فتنہ و فساد کا بانی سبانی تھا۔ دوسری بات اس واقعہ سے یہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ ترقی کے لئے اور فتنوں کو دور کرنے کے لئے کبھی ایک شخص کا مارنا بھی بہتر ہوتا ہے۔ فرقہ کے مٹانے کے لئے مفید انسان کا مارنا بھی ضروری ہوتا ہے۔ خواہ اس شخص کے مٹانے میں خود بھی مٹا پڑے۔

**حضرت عبداللہؓ کا نمونہ اختیار کرو**

دیکھو آج فتنہ دجال کا راز ہے۔ اور اس فتنہ کی وجہ سے اسلام پر ایک بہت بڑی مصیبت وارد ہے۔ جو اس کو کھائے۔ چلی جاتی ہے۔ اس لئے اس وقت ضرورت ہے۔ کہ ایسی قوم اٹھے۔ کہ جو حضرت عبداللہؓ کی طرح بیکارے۔ کہ اگر کفر کو مٹاتے ہوئے ہم آپ بھی مٹ جائیں۔ تو کوئی پرواہ نہیں۔ وہ قوم کہ جس کا یہ فرض ہے۔ کہ وہ حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ کی طرح بیکارے وہ اجماعی جماعت ہے۔

**اسماعیلی مشابہت حاصل کرو**

اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود کو حضرت ابراہیمؑ سے مشابہت دی ہے۔ یہ مشابہت اسی طرح پوری ہو سکتی ہے۔ کہ آپ کے روحانی فرزند بھی اسی طرح قربان ہونے کے لئے تیار ہوں۔ جس طرح حضرت ابراہیمؑ کے فرزند حضرت اسماعیلؑ تیار تھے۔ اب تلوار کا زمانہ نہیں رہا۔ دین کے لئے توپوں اور بندو قوں کا زمانہ نہیں۔ اب ایک اور قسم کی قربانی مسلمانوں کیلئے ہے۔ وہ یہ کہ لوگ بھوکے اور پیاسے رہ کر اسلام کو بلند کریں۔ اللہ اس کو مضبوط کریں۔

بیماریاں دو قسم کی ہیں۔ ایک وہ بیماریاں ہیں۔ جو فوراً انسان کو ہلاک کر دیتی ہیں۔ اور ایک وہ بیماریاں ہیں۔ جو مزمنہ ہوتی ہیں جیسے تپ دق اور سل وغیرہ۔ ان امراض سے انسان کو بچھڑ کر بچھڑ کر رہنا ہے۔ اسی طرح ابتلاء بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک فوری کام کرنے والی امراض کی طرح اور ایک مزمنہ امراض کی طرح ہوتے ہیں۔ کبھی تو اللہ تعالیٰ تلوار کے ذریعہ امتحان لیتا ہے۔ ادھر تلوار گردن پر پڑی اور ادھر وہ مارا گیا۔ اور کبھی وہ مزمنہ امتحان لیتا ہے۔ جو لمبی موت

کا امتحان ہوتا ہے۔ اس میں وہ چاہتا ہے۔ کہ ہر روز تم پر موت وارد ہو۔ یہ امتحان اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے رکھا ہے اور یہی موت حضرت مسیح موعودؑ کو قبول کرنی پڑی۔ اسی واسطے آپ نے اپنے آپ کو بھینسا۔ حد حسین است در گریبانم۔ یعنی حسین تو ایک دفعہ تلوار کے نیچے آ کر قتل ہوئے۔ مگر میں ہر وقت خدا کے دین کے لئے قربان ہوتا ہوں۔ یہی قربانی اللہ تعالیٰ نے ہماری جماعت کے لئے مقرر کی ہے۔

**اسلام ہم سے موت مانگتا ہے**

اسلام کے معائب و مشکلات یونہی نہیں دور ہو جائیں گے۔ وہ ایک قربانی چاہتے ہیں۔ اور ہزاروں لاکھوں کی قربانی چاہتے ہیں۔ جب تک تمام افراد اس قربانی کے لئے تیار نہ ہوں گے۔ اس وقت تک کبھی ہماری جماعت کو کسی قسم کی ترقی اور کامیابی نہیں مل سکتی۔ اسلام کی زندگی ہماری موت کو چاہتی ہے اور جو شخص اپنی زندگی چاہتا ہے۔ وہ دوسرے لفظوں میں اسلام کی موت چاہتا ہے۔ اسلام آرام چاہتا ہے۔ لیکن جو شخص اپنے لئے آرام چاہتا ہے۔ اس کے یہ سنے ہیں۔ کہ وہ اسلام کے لئے دکھ اور مصیبت چاہتا ہے۔ کیسا بد قسمت وہ شخص ہو گا۔ جو اپنی زندگی اور آرام کو اسلام کی زندگی اور آرام پر مقدم کرے۔ بے شک نبی قوم کو زندہ کرنے آئے ہیں۔ مگر اس میں بھی شک نہیں۔ کہ زندگی صرف یہی زندگی نہیں۔ بلکہ ایک اور زندگی دینے کے لئے آئے ہیں۔ جو موت موت قبول کرنے کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ نبی دنیا میں روحانی زندگی دینے کے لئے آئے ہیں۔ اور اس کے آنے سے روحانی سلطنت ملتی ہے۔

**ایک شہرہ کا ازالہ**

اس موقع پر میں ایک شہرہ کا بھی ازالہ کرنا چاہتا ہوں۔ جو پچھلے دنوں ایک شخص کی طرف سے مجھے پہنچا۔ وہ یہ ہے۔ کہ قادیان میں قربانی کرنے کا اعلان تو کیا جاتا ہے۔ لیکن خود قادیان کے لوگ قربانی نہیں کرتے۔ اگر تو اس سے یہ مطلب ہے۔ کہ نسبتی قربانی نہیں کی جاتی۔ تو یہ بالکل جھوٹ ہے۔ قربانیوں میں بھی تدریجی ترقی ہوتی ہے۔ اور اس تدریجی ترقی کے ماتحت ہی ہماری جماعت سے روزمرہ زیادہ سے زیادہ قربانیوں کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔ مثلاً پہلے دھیلائی روپیہ چنڈہ تھا۔ پھر پیمبر فی روپیہ پھر آٹھ آنے فی روپیہ اور اب ڈیڑھ آنے فی روپیہ تک چنڈہ پہنچا ہے۔ یہ تدریجی ترقی اس بات کا ثبوت ہوتی ہے۔ کہ جب سب کچھ قربان کرنے کا وقت آجائے اس وقت سب کچھ ہی قربان کیا جائے گا۔ اب سوال یہ ہے۔ کہ جس قربانی کا بیرونی جماعتوں سے مطالبہ کیا جاتا ہے۔ کیا اس میں قادیان والے بھی شریک ہیں۔ اگر اس میں مرکز کی جماعت شریک ہے۔ تو پھر یہ شہرہ غلط ہے۔ بلکہ اس سے بڑھ کر یہی نظر آتا ہے کہ قادیان کی جماعت کا کثیر حصہ بیرونی جماعتوں سے قربانیوں میں

بہت بڑھا ہوا ہے۔ یہاں کی جماعت میں چند لوگ ایسے بھی ہیں۔ جو کمزور ہیں۔ مگر چند لوگوں کی کمزوری سے جماعت پر تو ازام نہیں آسکتا۔ اکثر دفعہ بملاحظہ جماعت کے یہاں کے دوست باہر کے دوستوں سے چندوں میں بڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ اور زیادہ قربانی کرتے ہیں لیکن اگر یہ مراد ہے۔ کہ قادیان کے لوگ سب کچھ کیوں نہیں دے دیتے تو یہ شہرہ بھی تب صحیح ہو سکتا تھا۔ کہ ہم نے ان سے سب کچھ قربان کرنے کا مطالبہ کیا تھا۔ تو انہوں نے وہ مطالبہ پورا نہیں کیا۔ اگر وہ یہ چاہتے ہیں۔ کہ یہاں کے لوگ ننگے پاؤں پھریں اور بالکل بھوکے پیاسے رہیں۔ تو اس کا تو ہم نے ابھی تک نہ باہر کی جماعتوں سے نہ یہاں کی جماعتوں سے مطالبہ کیا ہے۔ جب یہ مطالبہ نہیں کیا گیا۔ تو کیسے کہہ سکتے ہیں۔ کہ وہ قربانی نہیں کرتے۔ مطالبہ تو ابھی یہاں تک ہی کیا جاتا ہے۔ کہ تم اپنے دلوں میں قربانیوں کے لئے تیار رہو۔ اگر کوئی ایسا وقت آجائے۔ کہ سب کچھ قربان کرنے کی ضرورت پڑے۔ تو ہر ایک چیز قربان کر دیں گے۔ صحابہ نے بھی تو آخر ایک ہی دن میں سب کچھ قربان نہیں کر دیا تھا۔ ہاں ان اسموں میں سب کچھ قربان کر دیا تھا۔ کہ وہ اپنے دلوں میں پوری قربانی کے لئے تیار رہتے تھے۔ اور تیاری کے یہ معنی نہیں ہوتے۔ کہ اس وقت وہ کبھی دیں۔ بلکہ یہ مطلب ہوتا ہے۔ کہ ہر وقت دل میں تیار رہیں۔ کہ جس وقت بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز آئے۔ فوراً اس آواز پر لبیک کہہ سکیں۔ باقی میں نہیں جانتا۔ کہ خدا کی طرف سے کس قسم کی قربانی کے لئے آواز آئے۔ ہاں اتنا جانتا ہوں۔ کہ بزرگ عظیم الشان قربانیوں کے ہم عظیم الشان ترقی پر نہیں پہنچ سکتے۔ اور ان قربانیوں کے لئے لبیک کہنے کے لئے ہر وقت تیار رہیں۔ دیکھو قربانی کے لئے کس قدر اعلیٰ مقام پر انسان کو پہنچنا پڑتا ہے۔ کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ جیسا جنہیں اپنے بھائیوں کو ہی کہتا ہے۔ کہ مجھے اپنے ہاتھ سے قربان کر دو۔ وہ دوست اور عزیز ہو پھر وقت اور گردان پر اپنی جانیں رٹا دینے کیلئے جمع رہتے تھے۔ ان سے وہ درخواست کرتے ہیں۔ کہ مجھے اسلام کی خاطر قربان کر دو۔ جب تک یہ جذبہ نہ ہو۔ تب تک ہم کبھی ترقی نہیں کر سکتے۔ پس دنیا پر حقیقت اور سچائی کے قائم کرنے کے لئے ہر چیز کو قربان کر دو۔

میں دعا کرتا ہوں۔ کہ اللہ تعالیٰ اس بات کی توفیق دے۔ کہ ہم اس عظیم الشان کام کو اٹھانے کے لئے کشادہ دلی اور وسیع حوصلہ کے ساتھ ہر وقت تیار رہیں۔ اور ہم ہر وقت آمادہ رہیں۔ گو ہم پر موت بھی آجائے۔

**خط و کتابت**  
 اخباروں کے متعلق جو احباب خطوط کھیں وہ ناظم طبع و شاعت کا پتہ لکھ سکتے ہیں۔ مگر اخبار کے لئے الگ الگ کاغذ چاہیے۔ تاکہ تقسیم میں دقت نہ ہو۔  
 (ناظم طبع و شاعت)